

بیابہ مجلس شیخ الحدیث

عنبط و ترتیب : مولانا عبد القیوم حقانی

## صحبتے با اہل حق

گرمی اور سردی

کا

جہنم کے دو سانسوں سے تعلق

ایک حدیث کی حکیمانہ تشریح

۱۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء حقائق السنن جلد ثانی کا مسودہ لے کر حاضر خدمت ہوا، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بیٹیک میں تشریف لے جا چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا، کچھ مسودہ ساتھ لائے بہترین کیا، جتنا کچھ بن پڑا لکھ لیا ہے۔ فرمایا! تو پھر اسی کام کو ترجیح دینی چاہئے۔ دیگر مصروفیات اور مشاغل ترک فرما کر ہر تن شرح ترمذی کے کام کی طرف متوجہ ہوتے۔ احقر مسودہ سناتا رہا۔ حضرت مدظلہ پوری توجہ سے سنتے رہے۔ آج کی بحث کے بعض اہم گوشے تشنہ رہ گئے تھے۔ اس لئے جگہ جگہ مزید بحث بھی فرمائی۔ اور حسب ضرورت مسودات کی اصلاح بھی فرماتے رہے۔ آج کی یہ مبارک مجلس گویا ایک درس حدیث ہے جس کے سہل، آسان، اصلاحی اور تبلیغی حصے نذر قارئین ہیں۔ (عاق ح)

حرارت و برودت کے اسباب حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

یفج جہنم اور آفتاب اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوة فان شدة الحر من یفج جہنم

جب گرمی شدید ہو تو ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھو۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھڑاس (یفج) سے ہے۔

اس حدیث میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ دنیا میں گرمی اور اس کی شدت کا اصل سبب یفج جہنم ہے۔ مگر بعض ظاہر پرست، سائنسدان اور ظاہر بین اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمین کی گرمی و سردی کا اصل سبب آفتاب ہے۔ سورج کے سمیت الارض کے قریب ہونے سے حرارت اور بعد سے برودت پیدا ہوتی ہے لہذا حرارت اور گرمی کی شدت کو یفج جہنم کا نتیجہ قرار دینا بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے۔ لیکن قدرے غور و فکر اور بغیر تعصب کے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو حضور کا ارشاد بجا ہے۔ اور اپنی حقیقت پر محمول ہے نہ تاویل کی ضرورت ہے اور نہ انکار کی گنجائش۔

اسباب باطنی بھی ہوتے ہیں | دراصل یہ دنیا دار الاسباب ہے۔ کائنات میں واقع پذیر ہونے والے امور اور ظاہری بھی | کا تعلق اسباب سے ہے۔ اسباب ظاہری بھی ہوتے ہیں اور باطنی بھی۔

حرارت کا ظاہری سبب نار ہے یا شمس ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سورج میں یہ حرارت کہاں سے آئی۔ حضور م نے ارشاد فرمایا۔ فان شدة الحر من فيج جهنم، کہ آفتاب کی حرارت فیج جہنم کی وجہ سے ہے جو حرارت کا باطنی سبب ہے۔ سائنسدانوں اور ظاہر بینوں کی نظر ظاہر تک محدود رہی۔ مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ہدایت اور رہنمائی میں اس کے اصل اور باطنی سبب کی نشاندہی بھی کر دی۔

لہذا سائنسدانوں کے قول اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں کوئی تعارض نہیں۔ سائنسدانوں کی نظر ظاہر تک محدود رہی اس لئے حرارت کی نسبت سورج کی طرف کر دی۔ جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حقیقت اور اصل سبب پر تھی۔ اس لئے حرارت کا سبب فیج جہنم کو قرار دیا۔

جہنم کے دو سانس | ارشاد فرمایا جہنم نے خدا کے حضور شدت حرارت کی شکایت کی اور عرض کیا کہ اَکُلُ بَعْضِي بَعْضًا کہ میرا بعض حصہ دوسرے حصہ کو کھائے جا رہا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے دو سانسوں نفسین، دو سانس کی اجازت مرحمت فرمائی فاذا لهما بنفسين نفس في الشتاء ونفس في الصيف۔

جہنم کے تنفس (سانس لینے) کے بارے میں غبار کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سال میں دو سانس نکالتی ہے، ایک جانب جنوب اور دوسرا جانب شمال کو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نفسین سے مراد دو سانس ہیں کہ ایک لیتی ہے اور دوسرا نکالتی ہے۔

نظام کائنات میں | قدرت کی حکمت کائناتی نظام کے ہر ذرہ میں پوشیدہ ہے فیج جہنم، گو بظاہر گرمی اور حکمت اور مصلحت | شدت اور حرارت کا نام ہے۔ مگر باطن انسانی مفاد اور دنیا کی بقا کا راز بھی اس میں مضمر ہے۔

جب آپ فیج جہنم اور شمسی نظام کے قیام پر غور کریں گے تو یہ اشکال بھی خود بخود رفع ہو جائے گا۔ کہ فیج جہنم کی وجہ سے سال بھر کا موسم یکساں کیوں نہیں رہتا۔

جہنم کی حرارت اور اس کی شدت کا یہ عالم ہے کہ اگر جہنم کا ایک ذرہ بھی اس کائنات میں ڈال دیا جائے تو سارا کائناتی نظام جل بھسم کر رکھ ہو جائے۔ اور جنت کی چیرا اگر ناخن برادر بھی دنیا پر ظاہر ہو جائے تو ساری کائنات شاداب اور منور ہو جائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو سانس لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو یہ یقینی بات ہے کہ اس کے تنفس سے یہ عالم

جس جہنم کو راکھ ہو جاتا۔ اللہ پاک نے اس کے تدارک کے لئے آفتاب بنا دیا اور فیج جہنم کو اس کے ذریعے سے دنیا کو منتقل کرنا منظور ہوا۔

اگر حرارت براہ راست جہنم سے دنیا کو منتقل ہوتی تو ساری کائنات جل کر راکھ ہو جاتی۔ اس کی مثال آپ تربیلہ بند کو لے لیں۔ اگر وہاں سے براہ راست یہاں بجلی منتقل کر دی جاتی تو سارے مکانات جل جاتے۔ مگر وہاں سے یہاں تک کئی واسطوں سے بجلی پہنچتی ہے پھر شہر کے باہر ٹرانسفارمر لگایا گیا ہے جس سے ایک خاص مقدار میں بجلی شہر کو منتقل ہوتی ہے۔

فیج جہنم کا کرہ شمس | کرہ شمس جو زمین سے کئی سو چنڈ گنا بڑا ہے۔ فیج جہنم کے ایام میں وہ جہنم کے میں منتقل ہونا | محاذات پر آجاتا ہے۔ اور جہنم کی فیج دبھڑاس و حرارت کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے جس سے کرہ شمس میں بھی گرمی آجاتی ہے۔ ادھر چونکہ زمین بالطبع بار و دیاہس بھتی اور کمال برودت و بیہوشی کی وجہ سے اس قابل نہ بھتی کہ اس پر انسان یا حیوان زندہ رہ سکیں۔ یا وہ کسی فصل وغیرہ کے کاشت کے قابل ہو۔ اب اللہ نے سورج کی جو حرارت کا کرہ ہے کرہ ارض پر آہستہ آہستہ تدریجی طور پر گرمی اور حرارت پہنچانے کی ڈیوٹی لگا دی۔

سورج میں فیج جہنم کی حرارت محصور اور محفوظ ہو جاتی ہے۔ پھر تمام سال سورج حسب ضرورت و حکمت زمین کو پہنچاتا رہتا ہے۔ اس حکیمانہ نظام کے تحت سورج کا اپنے مدار میں سال بھر کا چکر برودت اور حرارت کا باعث ہوتا ہے۔ اگرچہ سوئس گھنٹے روشنی اور حرارت ہی باقی رہتی تو زندگی مشکل بھتی۔ اور کائنات کی بقا اور استحکام خطرہ میں تھا۔ اس لئے بارہ یا چودہ گھنٹے سورج کی حرارت اور پھر اس کے غروب سے برودت کا نظام قائم کیا گیا۔

نار اور نور کی | چونکہ فیج جہنم میں ناریت بھی بھتی اور نورانیت بھی۔ کائنات کو دونوں چیزوں کی ضرورت ضرورت و بیم | بھتی۔ نورانیت کی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے سورج کے محاذات میں چاند بنا دیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فیج جہنم کے سورج کو منتقل ہونے کی مثال بجینہ ایسی ہے جیسے کہ پرانے زمانے میں بغیر بجلی کے چلنے والی آٹا مشینوں کے دھواں خارج کرنے والے پائپ ہوتے ہیں۔ جن کے سر پر پائپ کے منہ سے قدرے بڑے سائز کی ٹوپی لگی ہوتی ہوتی ہے۔ جب مشین چلتی ہے تو دھواں پائپ کے منہ سے نکل کر ٹوپی میں جاتا ہے۔ انتقال کے اس عمل سے ”ٹیک ٹیک“ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ سورج بھی جہنم کے منہ کے محاذات میں اس پائپ کی ٹوپی کی طرح جب برابر ہوتا ہے تو یہ بجینہ ریج جہنم کے سانس نکالنے کا وقت ہوتا ہے۔ جس کو سورج حاصل کر کے اپنے اندر محفوظ کرتا ہے (ع ق)

نور القمر مستغاف من نور الشمس۔ چاند کی روشنی، سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے گویا فیج جہنم کی نورانیت بواسطہ شمس کے قمر نے محفوظ کر لی اور اب حکمت و تدبیر سج سے کائنات میں اسے تفنیم کرنے کی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے۔

عدم علم، عدم وجود | کسی چیز کا ہمارے تجربہ و مشاہدہ میں نہ آتا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ واقعہ کی دلیل نہیں

بھی وہ چیز موجود نہیں۔ ریڈیو میں باتیں ہوتی ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ وہ ہوائی لہروں کے ذریعہ سے ریڈیو میں آتی ہیں مگر ہمیں یہ مشاہدہ نہیں کہ وہ کس جانب سے اور کیسے آرہی ہیں۔ مشکوٰۃ کی روایت میں جو نیل و فرات اور سیحون و سیحون کو "من انہار الجنہ" قرار دیا گیا ہے۔

اس روایت پر بھی یہی اشکال کیا جاتا ہے کہ عام طور پر تجربہ و مشاہدہ میں دریائے سیحون وغیرہ کے پانیوں کا سرچشمہ پہاڑوں کے تالاب اور وہاں پانی کے ذخائر ہیں۔ انہیں "من انہار الجنہ" قرار دینا بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ دریائے سیحون گلگت کے کوہستانوں سے آتا ہے جہاں پانی کے تالاب اور ذخائر موجود ہیں۔ اتنا کچھ تو ہمارے مشاہدہ میں ہے۔ مگر اب یہ دوسری چیز مشاہدہ میں نہیں ہے۔ کہ گلگت کے کوہستانی پہاڑوں میں پانی کہاں سے آتا ہے اب پانی کا تحقق ہے۔ مگر اس کے طریق آمد کا ہمیں علم نہیں ہے۔ عدم علم سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سپے اور الصادق الامین نبی ہیں۔ آپ نے جو فرمایا سچ فرمایا "لاریب" دنیا کی گرنی فیج جہنم کا اثر ہے۔ اور سیحون و جیحون کا پانی، انہار جنت سے ہے۔ رہا یہ سوال، یہ فیج جہنم کا اثر دنیا میں کیسے آتا ہے یا انہار جنت سے پانی دنیا کو کیسے منتقل ہوتا ہے۔ تو اس کا ہمارے مشاہدہ میں نہ آنا عدم واقعہ کی دلیل نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب | بعض ظاہرین یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ جب جیحون و سیحون انہار جنت سے ہیں اور ان کا پانی بھی جنت سے آتا ہے۔ پھر تو چاہئے کہ ان میں جنت کے پانی کے اوصاف بھی پائے جائیں جنت کے پانی میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کے پینے سے پیاس نہیں لگتی۔ بھوک ختم ہو جاتی ہے اور اس میں انسان غرق نہیں ہوتا بلکہ وہ پانی حیات کا باعث ہے۔

علمائے اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ معدن کے بدلنے سے اشیاء کا حکم بھی بدل جاتا ہے اور ظرف کے بدلنے سے مظهرت کا حکم بدل جاتا ہے۔ اہل منطق کا مشہور اصول ہے کہ حصول اشیاء بالفساد ہوتا ہے۔ ایک دوسرا قول بھی منقول ہوا ہے کہ حصول اشیاء بابتساب ہوتا ہے۔ مگر یہ قول ضعیف اور مرجوح ہے پہلا قول مشہور اور راجح ہے۔ جب خارجی اشیاء کا ہم نے تصور کیا مثلاً نار کا تصور کیا۔ جبل (پہاڑ) اور

بحر دریا، کا تصور کیا تو منطقی اصول "حصول اشیا بالانفسہا" کے پیش نظر چاہئے کہ حرق (جلانا) و خرق (پھٹنا) اور توڑ دینا، اور غرق (ڈبو دینا) کا تحقق بھی ہو جائے۔

کیونکہ نار کی خاصیت حرق ہے جیل کی خاصیت خرق ہے۔ اور بحر کی خاصیت اغراق ہے۔ جب تصور کیا تو کسی ایک وصف کا تحقق بھی نہ ہوا۔ حالانکہ حصول اشیا بالانفسہا اس کا متقاضی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ ایک ظرف خارج ہے اور ایک ظرف ذہن اسی طرح ایک وجود خارجی ہے۔ اور ایک وجود ذہنی۔ دونوں ظرفوں کے احکام اور خواص علیحدہ علیحدہ ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ نار، جیل اور بحر ظرف ذہن میں تصور آجاتے ہیں۔ اور تینوں کا وجود ذہنی محقق ہو جاتا ہے مگر یاد رہے اس سے ظرف خارج اور وجود خارجی ظرف ذہن میں منتقل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ظرف خارج اور وجود خارجی کے اثرات حرق، خرق اور غرق بھی ظرف ذہنی پر مرتب نہ ہوں گے۔

اسی طرح نیل و فرات اور سیحون و سیحون جو انہار جنت سے ہیں جب ان کا ظرف جنت ہے تو ان کی صفت وہاں بھی وہی ہے جو احادیث میں مذکور ہوئی ہے کہ اس کے پینے سے نہ پیاس لگتی ہے نہ بھوک کا احساس ہوتا ہے اور نہ اس میں انسان غرق ہوتا ہے بلکہ وہ توحیات اور بقا کا باعث ہے۔ مگر جب ظرف بدل گیا اور پانی دنیا کو منتقل ہوا، حصول اشیا بالانفسہا تو ہو گیا مابہیت اور مطروف منتقل ہو گیا ہے۔ ظرف اپنی جگہ باقی رہا۔ اس لئے اس کے خاصیات منتقل نہ ہوئے۔ بلکہ اب جب دنیا ظرف بن گئی ہے تو لا محالہ مطروف پر بھی دنیا کے اثرات مرتب ہوں گے۔

چاند اور سورج کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا | جب وقوع قیامت کے بعد جہنم کو انسانیت کے کافرانہ طبقہ کا ایندھن مل جائے گا تو اس کی حرارت میں بھی اعتدال آجائے گا۔ اور مزید تنفس و سانس نکالنے کی حاجت باقی نہیں ہے

جب وہ سانس نہیں نکالے گی تو اس کی خیم کو محفوظ کرنے کے لئے جو کمرہ شمس پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی بھی ضرورت باقی نہیں رہے گی لہذا یہ چاند سورج بجے ہو جائیں گے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں ڈال دئے جائیں گے۔

بعض لوگوں نے یہاں یہ اعتراض کیا ہے کہ آفتاب و مہتاب ابتداءً آفرینش سے تا قیام قیامت اطاعت اور فرماں برداری کر رہے ہیں۔ لایعصون اللہ ما امرہم، انہیں جہنم میں ڈال دینا گویا انہیں سزا دینا ہے۔ کمال اطاعت کا یہ صلہ، بظاہر عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ مگر قدرے تامل سے یہ اشکال بھی خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کو راجع ہوتی ہے۔ کل شئی یرجع الی اصلہ۔ سورج خیم جہنم کا صندوق ہے۔

گویا اسی سے ہے اور اس کا بچہ ہے اور نور قمر، شمس سے مستفاد ہے ان کو جہنم میں ڈال دینا گویا اپنی ماں کی گود میں پہنچا دینا ہے جب دونوں کی اصل جہنم ہے تو انہیں اپنے اصل کو واپس کر دینا، گویا عین حق شناسی اور احسان مندی ہے اور یہی انصاف کا تقاضا ہے =